ظفر حسین ایبک

انقلابی سفر کی کہانی

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کی آزادی کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر گیارہ سال تک افغانستان، روس اور ترکی میں گذارے۔ اس عرصہ میں جناب ظفر حسین ایبک مرحوم بھی آپ کے ساتھ رہے۔انہوں نے اس دور کے واقعات اور مناظر کو جس طرح دیکھا اس کو قلمبند کیا۔ یہ انقلابی داستان آپ پڑھ کر آج کے حالات میں رہنمائی حاصل کریں۔ (ادارہ)

فروری 1919ء کا آخری ہفتہ تھا (21 یا 22 فروری) کہ ایک روز صبح کو ہمیں خبر ملی کہ امیر حبیب اللہ خان کو قلعہ گوش (لغمان) Laghman علاقہ جلال آباد میں جہاں وہ شکار کو گئے ہوئے تھے اور سردیوں کے دن درباریوں کے ساتھ گزار رہے تھے، 1919-2-20 کی رات کو کسی نے قتل کردیا۔ افغانستان میں بادشاہ کے قتل ہونے پر بدامنی کا پھیلنا ہمارے خیال میں ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ ملک میں خانہ جنگی شروع ہوجائے گی اور ہم کو، جو پردیسی اور غریب الوطن سمجھے جاتے ہیں اور قید میں پڑے ہوئے ہیں اور بھی زیادہ صوبتوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسے خطرات کے وقت ہم ہمیشہ سب مل کر قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور خداوند کریم سے اپنے لئے رحم کی نیاز کرتے تھے۔ ہر ایک شخص دو سیپارے پڑھا کرتا تھا۔ ختم کے بعد خداوند ذوالجلال سے آفات دہر سے محفوظ رکھنے کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اس وقت تک تو ہر طرح کی مصیبتوں سے بچائے رکھا تھا اس لئے اس خبر کے آنے پر ہم نے مل کر قرآن شریف ختم کیا اور دعا کی کہ خداوند کریم افغانستان میں امن و امان رکھے۔ بعد کی خبروں سے معلوم ہوا کہ ولی عہد سلطنت سردار عنایت اللہ خان معین السلطنۃ نے اپنے چچا سردار نصراللہ خان نائب السلطنۃ کے حق میں جلال آباد میں تخت سے دستبرداری کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس پر نصر اللہ خان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور وہ افغانستان کا بادشاہ بن گیا۔ قبلہ مولانا صاحب مرحوم نے، جو ان دنوں میں جلال آباد میں تھے، کابل واپس آنے پر ہمیں بتلایا کہ امیر حبیب اللہ خان نے مرنے سے ایک ہفتہ پہلے اپنے کو جمعہ کے خطبہ میں امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کہلایا تھا۔ قبلہ مولانا صاحب مرحوم کو اس کی اس حرکت سے بہت رنج ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ امیر خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کا منتظر تھا کہ اپنے کو خلیفہ اعلان کرے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ عالم اسلام میں پھوٹ پڑے گی۔ اسی ہفتہ امیر نے انگریزوں سے اپنی غیر جانبداری کی قیمت وصول کرنے کے لئے پشاور خبریں بھیجی تھیں تاکہ غیر جانب دار رہ کر جو اس نے جنگ میں انگریز کو مدد دی تھی (یعنی بالفاظ دیگر خلافت اسلامی، ترکیہ کے مفاد اور جہاد کے اعلان کو پسِ پشت ڈال کر جو اس نے عالمِ اسلام کو نقصان پہنچایا تھا)، اس کا صلہ اور معاوضہ حاصل کرے لیکن خدا کی شان دیکھئے کہ نہ اس کو خلیفۃ المسلمین بننا نصیب ہوا اور نہ ہی اس کو عیش و عشرت پر خرچ کرنے کے لئے روپیہ ملا۔

شہزادہ امان اللہ خان عین الدولہ نے جو کابل میں بحیثیت گورنر حکمران تھا، اپنے چچا کی بادشاہت نہ مانی اور اپنے

آپ کو بادشاہ ہونے کا اعلان کر کے جلال آباد پر فوج کشی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس وجہ سے خانہ جنگی یقینی معلوم ہوتی تھی۔ امیر امان اللہ خان نے اپنے سپاہیوں کی تنخواہ پندرہ روپیہ کابلی ماہوار سے دفعتاً بیس روپیہ ماہواری کردی، حالانکہ اس کے چچا نے جلال آباد میں سپاہیوں کی تنخواہ میں صرف ماہانہ دو روپیہ کا اضافہ کیا تھا۔ اس پر جلال آباد کی فوج نے نصراللہ خان کے برخلاف بغاوت کر کے اس کو تخت سے اتار دیا۔ اس طرح پر امیر امان اللہ خان بغیر خون ریزی کے تخت افغانستان پر متمکن ہوگئے۔ جلال آباد کی فوج نے نصراللہ خان اور عنایت اللہ خان کو نظربند کرلیا۔ سردار محمد نادر خان سپہ سالار اور ان کے بھائیوں کو جو امیر کے باڈی گارڈ اور رسالہ شاہی کے افسر تھے اور امیر حبیب اللہ خان کی حفاظت کے ذمہ دار سمجھے جاتے تھے اور ان کے والد اور چچا کو جو مصاحب خاص مانے جاتے تھے، بیڑیوں میں جکڑ دیا۔ انہوں نے سردار سپہ سالار محمد نادر خان اور ان کے خاندان کے سارے آدمیوں کو قتل بھی کرنا چاہا، کیونکہ وہ ان سب کو امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے ملزم خیال کرتے تھے۔ امیر امان اللہ خان کو جب اس کی خبر ملی تو انہوں نے وہاں کی فوج کو خبر بھیجی کہ وہ قیدیوں کو سلامتی سے کابل لے آئیں تا کہ ان کو سب کے سامنے سزا دی جائے۔ اس سے قیدیوں کی جان تو بچ گئی لیکن سب پابہ زنجیر کابل آئے اور کابل میں قید میں ڈال دیئے گئے۔ اس طرح سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم جن کی قسمت میں آگے چل کر افغانستان کا استقلال حاصل کرنا اور اس کے بعد باغی بچہ سقا سے افغانستان کو چھڑا کر پھر اس کو دنیا کے مہذب ملکوں کی صف میں شامل کرنا لکھا تھا، ان جاہل اور بپھرے ہوئے سپاہیوں کے ہاتھ سے چھوٹ گئے۔

امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے اسرار آج تک پوری طرح نہیں کھل سکے۔ اس بارے میں مختلف روایتیں اور نظریے موجود ہیں۔

امیر امان اللہ خان کا دعویٰ تھا کہ امیر حبیب اللہ خان کو نصراللہ خان نے مروایا تا کہ اس کے تخت پر قبضہ کرلے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امیر نے اپنی عیش وعشرت اور زن بازی کی وجہ سے اپنی ملکہ علیا حضرت کی ہتک کرنا شروع کردی تھی۔ اس نے انتقام لینے اور اپنے بیٹے امان اللہ خان کو بادشاہ بنانے کے لئے امیر کے برخلاف سازش کی تھی۔ اس قسم کا احتمال میرے نزدیک بالکل نہیں ہے۔ ملکہ صرف اکیلی اس بارے میں کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ دوسرے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امیر کی تندمزاجی اور سنگ دلی کی وجہ سے بعض لوگوں کو جن میں اس کا غلام بچہ شجاع الدولہ بھی شامل ہے، بہت بری طرح سزائیں دی تھیں۔ اس قسم کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے ان لوگوں میں سے کسی نے امیر کو خیمہ میں رات کے وقت جب وہ سویا ہوا تھا، پستول سے مار ڈالا تھا۔ امان اللہ خان کے بچہ سقاؤ کی بغاوت کی وجہ سے افغانستان سے نکل جانے کے وقت شجاع الدولہ بھی یورپ چلا گیا تھا اور جرمنی میں رہنے لگا تھا۔ پرانے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے اس نے بعض افغانوں کو اپنی پیٹھ کھول کر ان زخموں کے نشان دکھلائے جو کہ امیر حبیب اللہ خان کے کوڑوں کی وجہ سے اس کی پشت پر پڑ گئے تھے۔ زخموں کے نشانوں کو دیکھنے والے افغانی شہزادوں نے مجھے یہ بات خود استانبول میں سنائی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ اس جذبہ انتقال میں آ کر ایسے ہی کسی شخص نے امیر کو قتل کردیا ہو۔

ترکی آ کر مجھے اس بارے میں ایک روایت اور معلوم ہوئی اور وہ یہ ہے کہ مشہور انگریزی جاسوس مصطفیٰ صغیر نے، جس کو انگریزوں نے جمعیت خلافت ہند کے نمائندے کے بہروپ میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) کو قتل کرنے کے لئے ترکی بھیجا تھا، ترکی میں پکڑے جانے پر اپنے مقدمے کے دوران میں بیان کیا کہ اس نے انگریزوں کی طرف سے جا کر امیر حبیب اللہ خان کو قتل کیا کیونکہ وہ جنگ عظیم کے دوران اپنی غیر جانبداری کے معاوضہ میں انگریزوں سے بہت زیادہ قیمت مانگنے لگا تھا۔ مصطفیٰ صغیر کا یہ دعویٰ اتنا بے معنی

ہے کہ اس پر زیادہ جرح کرنا بے سود ہے۔ ایک غیر ملکی آدمی کا امیر افغانستان کے دربار میں اتنا رسوخ حاصل کرنا کہ وہ رات کو بالکل بے خبر اور پہرہ داروں سے چھپ کر اس کے خیمے میں داخل ہو اور اس کو وہاں قتل کرے، ناممکن ہے۔ اگر کوئی غیر ملکی ان کے دربار میں موجود ہوتا تو ضرور اس کا نام اس سلسلہ میں بیان کیا جاتا اور ہم کو بھی اس کا علم ہوتا۔ اگر کوئی ایسا شخص دربار میں ہوتا تو قتل کا سارا الزام (جائز یا ناجائز طور پر) افغان ضرور اس کے نام تھوپ دیتے۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ قوم پرست اور آزادی خواہ اور استقلال پسند افغانوں نے جن کے لیڈر سردار محمود طرزی خان اور سردار محمد نادر خان تھے، امان اللہ خان کے ساتھ سمجھوتہ اور سازش کر کے افغانستان کو شاہراہ ترقی پر لگانے اور انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے انگریز دوست امیر حبیب اللہ خان کو قتل کروادیا۔

میری رائے میں افغانی قوم پرستوں کا اس قتل میں ضرور ہاتھ تھا۔ انہوں نے اس سے پہلے بھی دو مختلف موقعوں پر رات کو امیر پر جب وہ سڑک سے گزر رہا تھا، گولی چلائی تھی لیکن کامیاب نہ ہوسکے تھے۔

میری اس رائے کے لئے میرے پاس ناقابلِ جرح کوئی ثبوت تو نہیں ہے لیکن بعض چھوٹی چھوٹی دلیلیں اس بارے میں موجود ہیں جو مجھے اس قسم کی رائے قائم کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک دلیل کے متعلق ذیل کا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں (اس واقعہ کی طرف اوپر ایک جگہ نشاندہی کر چکا ہوں):

جن دنوں میں سردار سپہ سالار نادر خان مرحوم کے بیٹے محمد طاہر جان کو سبق پڑھانے جایا کرتا تھا تو اکثر اوقات ان سے بھی ملا کرتا تھا۔ ان ملاقاتوں میں ان سے ہمیشہ یہی درخواست کیا کرتا تھا کہ مجھے اپنی تعلیم کو پورا کرنے کے لئے یورپ بھیج دیں۔ وہ اس پر ہمیشہ یہی جواب دیا کرتے تھے کہ اس کا ابھی وقت نہیں ہے۔ 1918-19ء کی سردیوں میں جب وہ امیر حبیب اللہ خان کے ساتھ آخری دفعہ جلال آباد روانہ ہونے لگے تو میں نے پھر ان سے یہی درخواست کی۔ اس پر انہوں نے جواب دیا: ''جلال آباد سے واپسی پر ضرور آپ کو بھیج دوں گا لیکن اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔'' جدا ہوتے ہوئے انہوں نے فرمایا: ''دیکھیں خدا کو کیا منظور ہوتا ہے۔'' میں نے اپنے اس وعدے کی وجہ سے قبلہ مولانا صاحب سے بھی ان باتوں کا ذکر نہ کیا حالانکہ میں ان کو اپنے تمام افعال و حرکات کی خبر دیا کرتا تھا۔

امیر کے قتل کے واقعہ کے بعد میرے دل میں فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا سردار سپہ سالار محمد نادر خان کو اس سازش کا علم تھا اور وہ خود بھی اس میں شریک تھے؟ میں نے ان سے بارہا یورپ بھیجنے کی درخواست کی تھی لیکن انہوں نے اس سے قبل کبھی ایسا یقینی جواب نہ دیا تھا۔ انہوں نے مجھے اس بات کو کسی اور کو نہ کہنے کے بارے میں جو تنبیہ کی تھی وہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ان کے اس وعدے کا کسی اہم راز سے تعلق تھا جس کو ہر طرح پنہاں رکھنا چاہتے تھے۔ ایسا وعدہ دیتے ہوئے ان کو اس کا ضرور یقین ہوگا کہ آئندہ ایسے حالات ظہور پذیر ہونے والے ہیں جن کے ماتحت میرے یورپ جانے کا امکان پیدا ہوجائے گا۔ اگر ان کو اس کا یقین نہ ہوتا تو اس دفعہ بھی وہ پرانا جواب دے سکتے تھے کہ ابھی اس کے لئے موزوں وقت نہیں ہے۔

لیکن میرا خیال ہے کہ امیر پر پستول چلانے والا شخص ان قوم پرستوں میں سے کوئی نہ تھا، بلکہ انہوں نے کسی ایسے شخص کو جس کے دل میں اپنی بے عزتی اور کھلم کھلا رسوائی کی وجہ سے امیر کے برخلاف کینہ تھا اور اس سے انتقام لینا چاہتا تھا، اس کام کے لئے استعمال کیا۔ ممکن ہے افغان قوم پرستوں نے اس کے جذبہ انتقام سے فائدہ اٹھا کر اس کو امیر کے قتل کرنے پر راضی کرلیا ہو۔ شجاع الدولہ امیر امان اللہ خان کے زمانے میں پہلے کوتوال کابل اور بعد میں ''وزیر امنیہ'' Minister of Security بنایا گیا تھا۔ ایک غلام بچے کو

اتنا بڑا عہدہ دینا بھی بہت پر معنیٰ بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امیر کے قتل کرنے کی وجہ سے جو خدمات اس نے افغان پرستوں کے لئے انجام دی تھیں، اس کا صلہ اس طرح پر دیا گیا تھا۔ ایک دوسری دلیل یہ ہے کہ امیر کے قتل کے بعد ایک اور غلام بچہ جس کا نام محمد ولی تھا اور جو امان اللہ کی تخت نشینی پر افغانی استقلال کو یورپ کی مختلف حکومتوں سے منوانے کے لئے ایک مشن پر روس کے راستہ یورپ گیا تھا اور افغانستان کے پہلے وزیر خارجہ سردار محمود بیگ طرزی خان کے بعد افغانستان کا وزیر خارجہ اور امان اللہ خان کی سیاحت یورپ کے دوران میں ان کا کابل میں نائب مقرر ہوا تھا، فوڑا جلال آباد پہنچا اور کابل کی طرف ایک پڑاؤ اور بڑھ کر (بادلی) کے مقام سے امان اللہ خان کو ٹیلیفون پر امیر کی انتقال کی خبر اس طرح پر دی تھی: ''کار بخیر خلاص شد'' (یعنی کام اچھی طرح تمام ہوگیا) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ افغان قوم پرستوں کے ساتھ امان اللہ خان بھی شریک تھے اور ان کی والدہ علیا حضرت صاحبہ کی دعائے خیر ان کے ساتھ ہوتی تھی، باقی واللہ اعلم بالصواب!

سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کے امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے الزام کی وجہ سے اپنے باقی رشتہ داروں کے ساتھ قید ہوجانے کے باوجود بھی ان کے بیٹے طاہر جان کو سبق پڑھاتا رہا۔ حالانکہ ان کے نعمت پروردہ لوگ اور ان کے پرانے نوکر ان کے گھر کو بلا حفاظت چھوڑ کر حکومت کے ڈر سے بھاگ گئے تھے۔ مجھے بھی بعض لوگوں نے ان کے گھر جانے سے منع کیا لیکن میں نے اس کا جواب ہمیشہ یوں دیا کہ ''خواہ مجھ پر کتنی ہی مصیبت کیوں نہ آئے، میں ایک ایسی ذات والا صفات کو، جس نے ہم پر اتنے احسانات کیے ہیں اور ہم کو امیر حبیب اللہ خان کے زمانے میں عبدالرحمٰن جیسے بے وقوف اور مفسد آدمی کی لگائی گئی تہمت سے، جو ہمارے ساری عمر قید خانہ میں پابہ زنجیر رہنے کا باعث بن سکتی تھی، بچا لیا تھا، کبھی بھی ان کے ادبار کے زمانے میں نہیں چھوڑ سکتا۔''

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشان حالی و در ماندگی

میری اس وفاداری کا جب سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کو علم ہوا تو اس کا ان کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور جب وہ قید سے چھوٹ کر اپنے گھر آئے تو انہوں نے میری جرأت کی داد دی۔ اس کے بعد ہمارے اور ان کے تعلقات اور بھی زیادہ بڑھ گئے۔

جنگ استقلال افغانستان کی تیاری

امیر امان اللہ خان نے تخت پر بیٹھتے ہی فوج اور قوم کے سامنے دو باتوں کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ ان میں ایک بات یہ تھی کہ وہ اپنے والد کے قاتل کا پتہ لگا کر اس کو سزائے موت دیں گے۔ دوسری بات یہ تھی کہ انگریزوں سے افغانستان کا استقلال حاصل کریں گے۔ وہ اپنی سب تقریروں میں ان دونوں وعدوں کو ہمیشہ دہرایا کرتے تھے۔

چنانچہ قتل کے اس واقعہ کی تحقیقات کے نتیجہ میں میجر سید علی رضا شاہ کو، جو قتل کی رات پہرے داروں کا افسر تھا اس قتل کا ذمہ دار قرار دیا گیا اور اس کو اس جرم میں پھانسی دے دی گئی۔ قتل کے مجرم کو سزا مل جانے کے معنیٰ یہ تھے کے سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم اور ان کے خاندان کے ممبر بے گناہ تھے اس لئے ان کی رہائی ہونا چاہئے تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ سب لوگ قید سے چھوٹ گئے، لیکن عام سپاہی جنہوں نے ان کو امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے الزام میں خود گرفتار کیا تھا، ان کے رہا ہونے سے خوش نہ ہوئے۔ وہ اور ان کے افسر ڈرتے تھے کہ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم دوبارہ برسرکار آ کر ان سے انتقام لیں گے۔ ان کی اس ناخوشی کا ایک مظاہرہ جنگ استقلال افغانستان کے دوران میں ''گردیز'' کے قلعہ میں ہوا جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

اپنے دوسرے وعدے کو پورا کرنے کے لئے امیر امان

اللہ خان نے انگریزوں کے برخلاف اعلانِ جنگ کا فیصلہ کیا اور جنگ کی تیاریاں شروع کیں۔ ان تیاریوں میں (جیسا کہ آگے چل کر آئے گا) ایک اہم حصہ قبلہ مولانا صاحب مرحوم کی کوششوں کا تھا۔ قبلہ مولانا مرحوم، سردار نصر اللہ خان کے بلاوے پر جلال آباد سے کابل آئے اور امیر صاحب سے ملے۔ اس پر امیر صاحب نے ان سے کہا ''من ہموں ستم'' (یعنی میں تو وہی ہوں) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ مولانا مرحوم نے افغانستان اور ہندوستان کے اتحاد کے بارے میں جو کچھ ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے ان کے والد امیر حبیب اللہ خان کو کہا تھا، ان کو علم تھا۔ اس پر قبلہ مولانا مرحوم صاحب نے بحیثیت وزیر داخلہ حکومت موقتہ ہند، امیر امان اللہ خان سے وہی معاہدہ کیا جو ان کے والد سے کیا تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان میں بدامنی تھی اور پنجاب میں جلیانوالے باغ کے واقعات سے بہت ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اس وقت انگریزی فوجیں ہندوستان میں یورپ کی جنگ کی وجہ سے بہت کم تعداد میں تھیں۔ اگرچہ جنگ ختم ہوچکی تھی لیکن انگریزی فوجیں ابھی تک مختلف محاذوں میں پڑی ہوئی تھیں۔ ہندوستان میں جو فوجیں تھیں وہ اندرون ملک میں امن و امان قائم کرنے میں معروف تھیں۔ افغانستان کو اپنا استقلال حاصل کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی موقع نہ مل سکتا تھا، اس لئے ایک طرف فوجی تیاریاں شروع کردی گئیں اور دوسری طرف قبلہ مولانا مرحوم کو ہندوستان کے لوگوں کو افغانی فوجوں کے حملے سے خبردار کرنے اور ان کو اس فوج کے خیرمقدم کے لئے آمادہ کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ قبلہ مولانا مرحوم صاحب نے ایک رات کو مشین خانہ کابل کے چھاپ خانہ میں جاکر ہندوستانیوں کے نام مندرجہ ذیل اعلان اردو اور انگریزی میں چھپوایا۔

اردو کا اعلان دستاویزات میں چسپاں ہے (4) اس کی نقل یہاں درج کی جاتی ہے:

حکومت موقتہ ہند

نظارت داخلہ

''عارضی حکومت ہند کی خبر، رولٹ سیڈیشن کمیٹی کی رپورٹ پڑھ چکے ہو۔ یہ حکومت اس لئے بنائی گئی ہے کہ ہند میں موجودہ غاصب، غدار، ظالم حکومت کے عوض بہترین حکومت قائم ہو۔ تمہاری عارضی حکومت چار سال سے مسلسل جدوجہد کر رہی ہے۔ اس وقت جب تم نے ظالمانہ قانون کے نہ ماننے کا پکا ارادہ کرلیا عین اسی زمانے میں حکومت موقتہ بھی امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ حملہ آور فوجوں سے حکومت موقتہ ہند نے معاہدہ کرلیا ہے اس لئے اس سے مقابلہ کرکے اپنی حقیقی فوائد کو ضائع نہ کریں بلکہ انگریزوں کو ہر ممکن طریقہ سے قتل کریں۔ انہیں آدمی اور روپے کی مدد نہ دیں، ریل اور تار خراب کرتے رہیں۔

حملہ آور فوجوں سے امن حاصل کرلیں۔ ان کو رسد اور سامان سے مدد دے کر اعزازی سند حاصل کریں۔ حملہ آور فوج ہر ہندوستانی کو بلاتفریق نسل و مذہب امن دیتی ہے۔ ہر ایک ہندوستانی کا جان، مال اور عزت محفوظ ہے۔ فقط وہی مارا جائے گا یا بے عزت ہوگا جو مقابلہ میں کھڑا ہوگا۔ خدا ہمارے بھائیوں کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق دے۔

عبیداللہ	ظفر حسین
وزیر حکومت موقتہ ہند	سیکریٹری حکومت موقتہ ہند

انگریزی اعلان کی نقل یہ ہے:

Brace Indians!

Courageous Countrymen!

You have read the account of the organisation of the Provisional Goverment of India. It has Raja

Mahindra Paratap as its President, M.Barkat Ullah (of Gha dar Party) as its Prime Minister and M.Ubedullah as its Administrative. Its object is to liberate India from the ironclutches of the English and establish Indigenous Government there.

Thes government of Yoursheard with Utmost pleasure, the news of your gallant deeds done for the noble cause of liberty. you have no arms to extripate the enemies of India and manking. This government of yours has tried and succeeded in obtaining help from without. Our government has assured itself and made agreements as to your full freedom with the allied invading powers.

Murder the English wherever you find them, cut the telegraph lines, destory the railway lines and the railway bridges and help in all respects the libarting armies. None shall be molested but who shall resist.

your properties and your homs are safe.

A.H Aziz

Assistent Adm.Minister

(دستخط)

عبیداللہ

Adminstrative Minister

Zafar Hasan

belhi S cretry

P.Govt of India

ان اعلانات میں افغانستان کا نام جان بوجھ کر نہیں لکھا گیا تھا کیونکہ ابھی افغانستان حکومت نے باقاعدہ طور پر انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ نہ کیا تھا اور وہ انگریزوں کو اپنے ارادوں سے بے خبر رکھنا چاہتی تھی۔ ان کو بھڑکا کر اپنی جنگی تدبیر کو ناکام بنانا نہیں چاہتی تھی۔

افغانی حکومت اور قبلہ مولانا صاحب مرحوم کے درمیان یہ قرار پایا تھا کہ افغانی فوجیں سرحدوں کی طرف روانہ ہوں اور وہاں پہنچ کر مورچہ بندی کریں۔ اس عرصہ میں قبلہ مولانا صاحب مرحوم ان اعلانات کو ہندوستان کے مسلمان لیڈروں کو بھیج کر ان کو افغانی فوجوں کے ارادوں سے خبردار کریں تاکہ ہندوستان میں کوئی شخص ان فوجوں کا مقابلہ نہ کرے۔ یہ فوجیں بھی جب تک ہندوستان، مسلمانوں کو اس پیغام کے پہنچنے کے بارے میں کابل میں پوری خبر نہ آجائے، اس وقت تک انگریزوں پر حملہ نہ کریں۔

ان اعلانات کو خفیہ طور پر ہندوستان میں مختلف لوگوں کو بھیجنے کے لئے قبلہ مولانا صاحب مرحوم کے بھتیجے محمد علی اور اللہ نواز خان ہندوستان روانہ کئے گئے۔ یہ دونوں اپنے فرائض کو پوری طرح ادا کر کے تقریبا ایک ماہ کے بعد بخیر کابل پہنچ گئے۔ (مگر جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا جلال آباد کے افغانی کمانڈر کی غلط کارروائی کی وجہ سے جنگ شروع ہوگئی تھی) محمد علی حیدرآباد دکن تک ان اعلانات کو لے گیا تھا۔ اللہ نواز مرحوم نے قبلہ مولانا صاحب مرحوم کے پنجاب میں رہنے والے دوستوں کو یہ اعلان پہنچائے تھے۔

اللہ نواز خان کا صداقت سے اس فرض کو انجام دے کر افغانستان واپس آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا شیخ

عبدالحق کی غداری میں کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اگر وہ بھی عبدالحق کی طرح سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوتا تو اس اعلان کو انگریزوں تک پہنچا دیتا اور انگریزوں کو افغانی جنگی تیاریوں کی خبر مل جاتی اور وہ افغانستان پر حملہ کر کے افغانی فوجوں کے سرحدوں کی طرف روانہ ہونے سے پہلے ہی اہم افغان چوکیوں پر قبضہ کر لیتے۔

افغانستان کی جنگی تیاریوں کا ذکر کرتے ہوئے میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں یہاں سامانِ جنگ کے بہم پہنچانے، گولہ بارود، توپ اور بندوق فراہم کرنے، نئے سپاہی بھرتی کرنے وغیرہ جیسے کاموں کا ذکر کرنا زائد از ضرورت خیال کرتا ہوں، کیونکہ ایسی تیاریاں تو جنگ کرنے والا ہر ملک کرنے پر مجبور ہے۔ میں یہاں کی تیاریوں کی ذیل میں ان حالات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں، جس کی وجہ سے افغانستان بہت ہی اچھی پوزیشن حاصل کر چکا تھا۔ یہ حالات ہندوستان کی فضا پر بدامنی کی ڈراونی گھٹاؤں کے چھانے سے پیدا ہو گئے تھے۔ ہندوستانی لوگوں نے نہتے ہونے کے باوجود انگریزی ہتھیار بند فوجوں کے مقابلے میں اپنا سینہ سپر کیا تھا۔ خاص کر پنجاب میں سلسلہ رسل و رسائل کو خراب کر کے انگریزی فوجوں کی ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کو مشکل بنا دیا تھا۔ افغانستان نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا اور حکومت موقتہ ہند کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا جس سے ان کو جنگی تیاریوں سے بھی زیادہ فائدہ ہوا۔ اگر ہندوستان میں حالات اس قدر ناساعد نہ ہوتے تو صرف افغانی فوجوں کے بل بوتے پر استقلال حاصل کرنا افغانستان کے لئے ناممکن تھا۔ اس کی تفصیل میدانِ جنگ کے ذیل میں بھی لکھی جائے گی، لیکن افغانستان نے جنگ کے بعد (جیسا کہ آئندہ لکھا جائے گا) انگریزوں سے اپنا استقلال منوا کر ہندوستان سے بالکل بے اعتنائی برتی اور برصغیر کے مسلمانوں نے خاص کر جو قربانیاں کی تھیں، ان کو بھلا دیا۔

اس زمانے میں افغانستان کے غیر ملکوں سے سفارتی تعلقات نہ تھے، اس لئے اپنی تیاریوں کے سلسلہ میں اس نے سردار محمود بیگ طرزی کے زمانہ وزارت میں جو امیر امان اللہ خان کے پہلے وزیر خارجہ تھے، بولشویکی روس اور دوسرے یورپی ممالک سے سیاسی تعلقات پیدا کرنے کے لئے ایک وفد جس کا رئیس غلام بچہ ولی محمد خان تھا، جس نے امیر امان اللہ خان کو امیر حبیب اللہ خان کے قتل کی ''باوَلی'' کے پڑاؤ سے ٹیلیفون پر خبر دی تھی، روانہ کیا۔ قبلہ مولانا صاحب مرحوم کا چھوٹا بھتیجا عزیز احمد بھی اس وفد کے ساتھ روس گیا اور وہاں سے میکسیکو پہنچا۔ وہ وہاں کچھ مدت روسی زبان سیکھتا رہا اور یونیورسٹی محنت کشاں آسیا (University of Asi atic Toilers) میں پڑھتا رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس وفد کے ممبروں کے ساتھ کابل واپس آ گیا۔ دوسرا وفد جس میں مولانا محمد میاں (منصور) انصاری اور ایک افغانی نوجوان محمد گل محمد خان نام جو بعد میں صوبہ ترکستان افغانی رئیس ہیئت تنظیمہ مقرر ہوا تھا، شامل تھے۔

ان سیاسی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ جنگی تیاریوں کے سلسلہ میں فوج کا کمانڈر ان چیف بھی مقرر ہونا چاہئے تھا کیونکہ سردار سپہ سالار صاحب محمد نادر خان کے قید ہو جانے کی وجہ سے عہدہ خالی پڑا تھا۔ اس عہدے پر اس وقت سردار سپہ سالار محمد نادر خان کا اسسٹنٹ صالح محمد خان نائب سالار مقرر کیا گیا، اگرچہ وہ فوجی قابلیت اور جنگی تعلیم سے بالکل بے بہرہ تھا۔ اس کو یہ عہدہ اس کے سب سے سینئر افسر ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا۔

جنگ استقلال کے مختلف محاذ

افغانستان میں اس وقت رسل و رسائل کا انتظام اتنا ناقص تھا کہ فوجی نقل و حرکت اور جنگی ساز و سامان کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جلد پہنچانا ناممکن تھا۔ ملک کی سرحدیں جو ہندوستان کے ساتھ مشترک تھیں، بہت لمبی اور دشوار گزار پہاڑی علاقوں سے گزرتی تھیں۔ اس وجہ سے ایک متحد محاذ قائم کرنا اور جنگ کا ایک مرکز سے کنٹرول کیا جانا ناممکن تھا۔

(چنانچہ آج بھی یہی حالت ہے) اس لئے مجبوراً تین علیحدہ علیحدہ اور ایک دوسرے سے بالکل آزاد محاذ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا، جن کے کمانڈر ایک دوسرے سے بالکل جدا تھے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کی کارروائیوں سے بالکل بے خبر تھے۔ حالانکہ فن جنگ کے اصولوں کا تقاضا ہے کہ جنگ، سوق الجیشی، اسٹریٹجی (Strategy) اور ٹیکٹکس (Tactics) کے قواعد کے مطابق لڑی جائے اور سارے جنگی امور کا مرکزی ادارہ یعنی جنرل ہیڈ کوارٹرز سے ایک کمانڈر انچیف کی طرف سے انتظام کیا جائے جس کے ماتحت مختلف خدمات کو سرانجام دینے کے لئے متعدد افسر ہوں اور وہ مختصر کام کریں۔

یہ تین علیحدہ علیحدہ محاذ مندرجہ ذیل جگہوں پر قائم کیے گئے تھے:

محاذ سمت مشرقی، جس کا کمانڈر ان چیف سپہ سالار محمد صالح خان تھا۔ یہ محاذ کابل کے مشرق میں جلال آباد سے آگے درہ خیبر کے مقابلہ میں بنایا گیا تھا اور یہاں سے لنڈی کوتل اور جمرود جیسے انگریزی فوجی قلعوں پر پشاور چھاؤنی پر حملہ کیا جانے والا تھا۔ بہترین افغانی پلٹن جن کی بندوقیں تھیں اور جن کی توپیں سریع آتش (Quiek firing) تھیں، اسی محاذ پر مقرر کی گئی تھیں۔

محاذ سمت جنوبی، جس کے کمانڈر ان چیف سردار نادر خان مرحوم تھے۔ کوتل پیواڑ سے لے کر وزیرستان کے قلعہ وانا تک پھیلا ہوا تھا۔ اس محاذ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ دائیں حصے کا یعنی وزیرستان کا کمانڈر سپہ سالار سردار محمد نادر خان کا چھوٹا بھائی سردار شاہ ولی خان تھا اور بائیں حصے یعنی کرم کے شمالی علاقے کا کمانڈر ان کا دوسرا چھوٹا بھائی سردار شاہ محمود خان تھا۔ (5) سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم خود مرکز کے حصے یعنی خوست میں تھے۔ یہ محاذ کابل کے جنوب وزیرستان، کوہاٹ اور کرم کی انگریزی فوجوں کے مقابلہ کے لئے قائم کیا گیا تھا۔

محاذ سمت مغربی، کابل کے مغرب میں قندھار میں کوئٹہ کے مقابلہ میں قلعہ جدید کے ارد گرد بنایا گیا تھا۔ اس کا کمانڈر سردار عبدالقدوس خان صدر اعظم تھا۔

ان سب کمانڈروں کو حکم دیا گیا تھا کہ جب تک تینوں محاذوں کی فوجیں اپنی اپنی جگہوں پر نہ پہنچ جائیں اور کابل سے لڑائی کا حکم نہ آجائے، کوئی جنگی کارروائی نہ کی جائے۔

اس زمانے میں ہم کو آزادی مل گئی تھی اور ہم بغیر پہریدار کے گھر سے باہر نکل سکتے تھے۔ قبلہ مولانا صاحب مرحوم کو قصر عین اعماده میں جس میں اس سے پہلے سردار محمود بیگ طرزی خان رہائش رکھتے تھے، جگہ مل گئی تھی۔ یہ گھر بہت آرام دہ اور فراخ تھا اور ایک کھلی جگہ پر لب سڑک پر واقع تھا۔ ہم لوگ اگرچہ ابھی کوچہ تیلیاں میں ہی رہتے تھے لیکن بعض ساتھی وہاں سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہوں پر رہنے لگے تھے، کیونکہ اب ہمیں کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ قبلہ مولانا صاحب مرحوم اور ہمارے ساتھیوں میں سے خوشی محمد، صالح محمد خان (کمانڈر ان چیف) محاذ سمت مشرق کے ساتھ مشاورت کے طور پر امان اللہ خان کی طرف سے مقرر کئے گئے تھے اور صالح محمد کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ قبلہ مولانا صاحب (مرحوم) کے مشورے پر کام کرے۔ سمت جنوبی کے محاذ کو روانہ ہونے کے دن، سردار محمد نادر خان مرحوم نے مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ ''یہ صرف مولانا صاحب کی اجازت کے بغیر ہی ممکن ہوسکتا ہے۔'' جب میں نے قبلہ مولانا صاحب مرحوم سے سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کی اس خواہش کا ذکر کیا اور اپنا جواب بتلایا تو انہوں نے فرمایا: ''آپ کو اس جواب کی بجائے فوراً ان کی تجویز کو منظور کر لینا چاہئے تھا۔''

خیر! سردار محمد نادر خان مرحوم کابل سے تین پیادہ پلٹنیں (Infantry regiments) اور پرانی ساخت کی چار چھوٹی خچری توپیں اور دو جرمن ہوٹر (Howitzar) توپیں جن کو ہاتھیوں کی پیٹھ پر لادا جاتا تھا اور شاہی رسالہ کا ایک دستہ اپنے ساتھ لے کر شہر گردیز کی طرف جو صوبہ سمت مشرق کا مرکز ہے، روانہ ہوگئے۔

اگلے روز میں نے بندوق اور گولیاں لینے کی درخواست کی اور تین دن بعد سرکاری گھوڑے پر سوار ہوکر عازم گردیز ہوا اور وہاں جاکر سردار محمد نادر خان مرحوم سے ملاقی ہوا۔ وہ اس طرح اچانک مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مجھ سے پہلے کوہاٹی مہاجروں کا لیڈر عبداللطیف اور سرحدی خوانین میں سے ایک باجوڑی خان جس کا نام محمد ایوب خان تھا اور جو ایک بہت ہی مخلص مہاجر تھا، سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کی خدمت میں پہنچ چکے تھے۔

کابلی پلٹنوں کے گردیز پہنچنے کے چند روز بعد جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کو تقسیم کرکے ایک پلٹن کو وزیرستان اور دوسری پلٹن کو پیواڑ بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تو انہوں نے بعض شریر افسروں کے ورغلانے کی وجہ سے سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم اور ان کے دونوں بھائیوں کے برخلاف سر اٹھایا اور ان کو امیر حبیب اللہ خان کا قاتل کہنا شروع کردیا اور ان کے برخلاف پھر بغاوت کی ٹھان لی لیکن سردار محمد نادر خان سپہ سالار نے بہت سمجھ اور دور اندیشی سے کام لیا اور اس فتنے کو فرو کردیا ورنہ بپھرے ہوئے سپاہی ان کو پھر قید کردیتے اور شاید اس دفعہ تو مار ہی دیتے۔

اس وقت افغانی قبائل کے سردار وفد لے کر گردیز میں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کی خدمت میں آتے تھے اور جنگ کے لئے اپنی خدمات پیش کیا کرتے تھے۔ اس طرح افغانی فوجوں کے ساتھ ساتھ افغانی رضا کاروں اور مجاہدین کا ایک باقاعدہ جم غفیر اکٹھا ہوگیا تھا۔ ان لوگوں کو افغانی حکومت کی طرف سے ہتھیار، گولہ بارود اور خوراک کے لئے روپیہ دیا جاتا تھا کیوں کہ یہ لوگ جنگجو قبیلوں سے منسوب تھے اور ان کی تعداد باقاعدہ فوج کے سپاہیوں سے بہت زیادہ تھی، لیکن جیسا کہ آگے چل جنگ ٹھل کے تجربے سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ فوجی تنظیم (ڈسپلن) کے قائل نہ تھے، اس لئے ان سے جنگ میں چنداں فائدہ نہ اٹھایا جاسکا۔ یہ لوگ جم کر لڑائی کرنے کے قابل نہ تھے۔ ان کو صرف دھاڑا بازی کے لئے استعمال کیا جاسکتا تھا۔ ان افغانی قبیلوں میں سب سے مشہور منگل اور جدران کے قبیلے تھے۔ قبیلہ جدران کا سردار ببرک خان بھی اپنے فدائیوں کے ساتھ گردیز میں آیا ہوا تھا اور یہاں قلعہ گردیز میں سپہ سالار محمد نادر خان کا مہمان بنا ہوا تھا۔ (بدقسمتی سے ببرک خان کا پوتا اکبر خان پاکستان بننے پر نوابزادہ لیاقت علی خان کا قاتل بنا)

ایک دن دوپہر کے کھانے کے بعد جب سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم قلعہ کے ایک بڑے کمرے میں مختلف قبیلوں کے سرداروں سے جنگ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور میں ان کے بھائی سردار شاہ محمود خان اور ببرک خان کے ساتھ پہلو کے کمرے میں بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا تو سردار شاہ علی خان نے مجھے کہا کہ: ''اب میدانِ جنگ میں جانے کے دن نزدیک آ رہے ہیں، آیئے ہم آپ کو پستول بھرنا اور چلانا سکھائیں۔'' اس پر انہوں نے اپنا پستول نکال کر مجھے گولی بھرنے، فیر کرنے اور پستول خالی کرنے کے طریقے بتائے لیکن تنبیہ کی کہ پستول کو خالی کرتے ہوئے یا خالی کرنے کے بعد اس کا گھوڑا گراتے ہوئے، خلاصہ یہ کہ ہر وقت جب کہ ہدف (Target) پر فیر نہ کرنا ہو، پستول کی نالی کا منہ ضرور یا زمین کی طرف رکھا جائے یا دیوار کی طرف پھیر دینا چاہئے اور نالی کو کبھی بھی ایسی حالت میں کسی شخص کی طرف موڑنا نہ چاہئے۔

ان توضیحات کے بعد اس نے کہا: ''لو اب اس پستول کو خود ہی بھرو، پھر خالی کرو اور جب پستول سے گولیاں نکال چکو تو اس کا گھوڑا گراؤ۔'' میں نے پستول لے کر ان کی ہدایت کے مطابق پستول کو بھرا اور پھر خالی کیا اور نالی کا رخ زمین کی طرف کرکے گھوڑا گرا دیا۔ اس پر دفعتاً بڑی گونج کے ساتھ پستول چل گیا اور گولی نالی سے نکل کر زمین میں دھنس گئی۔ اس سے ہم سب حواس باختہ ہوئے کہ یہ گولی کہاں سے آئی اور پستول کیوں چل گیا؟ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے ساتھ کمرے میں دوڑے ہوئے ہمارے پاس آئے۔ ان کو

یقین تھا کہ ہمارے کمرے میں کسی نے ایک شخص کو مار ڈالا ہے کیونکہ اس زمانے میں گردیز میں قبیلوں کے سرداروں کی باہمی رقابتوں کی وجہ سے یا لٹیروں اور چوروں کے سبب ایسی وارداتیں عام تھیں۔ جب ان کو ساری کیفیت سنائی گئی تو ان کا اطمینان ہوا کہ بالکل خیریت ہے۔ ''رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔'' (بلا تو آئی تھی لیکن خیریت سے ٹل گئی) معلوم ہوتا ہے کہ میں نے غلطی سے پستول کے بالکل خالی ہوجانے کے بارے میں کوئی پڑتال نہ کی اور نہ ہی سردار شاہ محمود خان اور ببرک خان کو خیال آیا کہ پستول کی نالی میں ایک گولی رہ گئی ہے۔

جب میں نے نالی کو زمین کی طرف موڑ کر گھوڑا گرایا تو یہ گولی چل گئی...... اگر خوانخواستہ میں ان کی ہدایت پر عمل نہ کرتا اور کسی اور طرف پھرا کر فیر کرتا...... یا جیسا کہ انسان اکثر پستول ہاتھ میں لے کر مذاق کے طور پر اپنے ساتھیوں کو ڈرانے کے لئے نالی ان کی طرف کردیا کرتا ہے۔ میں بھی کمرے میں بیٹھے ہوئے اشخاص میں سے کسی ایک طرف نالی موڑ دیتا اور گولی چل جاتی تو ضرور تھا کہ وہ آدمی زخمی ہوجاتا یا مر جاتا۔ ایسی حالت میں یہی کہا جاتا کہ ظفر نے جان بوجھ کر پستول چلایا اور وہ انگریزی جاسوس ہے اور خاص طور پر اس کام کے لئے گردیز آیا تھا کہ ایک فوجی کمانڈر کو یا کسی قبیلے کے سردار کو قتل کردے، لیکن خداوند کریم نے مجھ پر احسان کیا کہ اس نے مجھے اس قسم کی غلطی سے بچایا جس کا خمیازہ نہ صرف مجھے، بلکہ مولانا صاحب مرحوم اور میرے باقی ساتھیوں کو بھی بھگتنا پڑتا۔ میں اس کے بعد خواہ کتنا ہی اپنے اخلاص کا دعویٰ کرتا، وہاں میری کچھ نہ سنی جاتی بلکہ مجھے فوراً تکہ بوٹی کردیا جاتا۔

سردار محمد نادر خان سپہ سالار گردیز میں کوئی **20** دن ٹھہرے۔ اس قیام سے ان کا مقصد اپنی جنگی تیاریوں کو پورا کرنا اور مختلف قبیلوں کے سرداروں سے گفتگو کرکے ان سے یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کتنے رضاکار فراہم کرسکتے ہیں اور ان کو کس وقت اور کیونکر میدانِ جنگ میں پہنچا سکتے ہیں اور اس کے لئے ان کو کتنی مالی مدد ملنی چاہئے؟ اس کے سوا یہاں اتنی مدت ٹھہر جانے سے یہ بھی مطلوب تھا کہ سردار عبدالقدوس خان قندھار پہنچ جائے اور وہاں کی جنگی تیاریاں پوری کرسکے۔ صالح محمد خان سب سے پہلے محاذ پر پہنچ گیا اور اس کی تیاریاں نسبتاً آسانی سے پوری ہوگئی تھیں، کیونکہ کابل اور جلال آباد کے درمیان فاصلہ کے کم ہونے کی وجہ سے اس کو فوجی سامان کابل سے نسبتاً با آسانی اور جلدی مل سکتا تھا۔

گردیز کے قیام سے فائدہ اٹھا کر میں نے کوہاٹ اور بنوں جانیوالے اشخاص کی تلاش شروع کی۔ مجھے معلوم ہوا کہ بعض ہندو اور سکھ ساہوکار اور دکاندار کوہاٹ جانے والے ہیں۔ ان میں سے میں نے ایک شخص کو جو زیادہ سمجھدار اور قابلِ اعتماد تھا، سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کے حکم سے قلعہ گردیز میں بلایا اور اس کو قبلہ مولانا صاحب مرحوم کے تیار کردہ اعلانات، جن کی نقل اس سے پہلے درج کی جاچکی ہے، ایک آئینہ کے پیچھے ڈھکنے کے نیچے لگا کر دیئے کہ ہندوستان پہنچ کر اس آئینہ کا ڈھکنا اتار کر ان اعلانات کو نکالے اور ان کو لوگوں میں تقسیم کردے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے ان اعلانات کو ٹھل کے لوگوں میں بانٹا تھا کیونکہ جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا، ان لوگوں نے افغانی فوجوں کی بہت تپاک کے ساتھ آؤ بھگت کی اور بڑے جوش و خروش سے ان کا خیرمقدم کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ اعلانات انگریزوں کے ہاتھ لگے۔ عبدالوہاب اور محمود طرزی نے ان اعلانات کو ہندوستان کی آرکائیوز **(Archoves)** میں دیکھا تھا۔

مئی **1919**ء کے شروع میں سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم نے گردیز سے جدا ہونے سے پہلے اپنے بھائی سردار شاہ ولی خان کو وزیرستان کے محاذ کی کمان دے کر شہر ارگون واقع افغانستان کی طرف روانا کیا۔ لوگوں میں جہاد کا شوق پیدا کرنے کے لئے حضرت صاحب شور بازار کا چھوٹا بھائی جو امیر صاحب کی طرف سے بھیجا گیا تھا، اس کے ساتھ کیا گیا۔

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے اپنے مریدوں اور

لوگوں سے اپنی حکم پوری کے سوا کوئی کام نہ لیا۔ سردار شاہ ولی خان جنگ کے بعد ہمیشہ اس بارے میں شکایت کیا کرتا تھا۔ ایوب خان مہاجر بھی اس قافلہ میں داخل ہوا۔ ایوب خان کی خدمات سے سردار شاہ ولی خان ہمیشہ ستائش سے بحث کیا کرتا تھا اور اس کی تعریف اس کے ورد زبان رہتی تھی۔ سردار سپہ سالار محمد نادر خان کا دوسرا بھائی سردار شاہ محمود خان پیواڑ کے محاذ کا کمانڈر مقرر ہوا۔ اس کے ساتھ عبداللطیف مہاجر بھیجا گیا۔

ان دونوں سرداروں کا اپنے اپنے محاذوں کی طرف روانہ ہونا اور سپہ سالار صاحب مرحوم کا ان سے جدا ہونا ایک بہت رقت آمیز منظر تھا۔ تینوں بھائی ایک دوسرے سے گلے ملے اور چشم پرنم ایک دوسرے کے لئے فتح ونصرت کی دعا کرتے ہوئے اپنے اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے روانہ ہوگئے۔ ان کے ساتھ رسالہ شاہی کا ایک ایک چھوٹا دستہ، ایک ایک پیادہ پلٹن اور دو دو خچری توپیں قلعہ گردیز سے دی گئیں۔

اگلے روز سردار سپہ سالار محمد نادر مرحوم نے بھی سرحد کی طرف بڑھنے کے لئے گردیز سے اپنی فوج کے ساتھ حرکت کی۔ ان کی رکاب میں باقی ماندہ رسالہ شاہی کے سوار، ایک رجمنٹ سے کچھ زیادہ سپاہی، دوجرمن ہوٹزر جن کو افغان (تو پہائے، ہژدہ پی) کہتے تھے کیونکہ ان کے گولہ کا وزن 18 پونڈ تھا اور چار پرانی قسم کی خچری توپیں تھیں۔ اس فوجی کالم (Column) کے آگے سپہ سالار صاحب نادر خان مرحوم ایک سفید گھوڑے پر سوار ہوکر چلے۔ حضرت صاحب شور بازار جو خوست کے لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے امیر صاحب کی طرف سے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے ساتھ مقرر ہوئے تھے، اور میں گھوڑوں پر انکے پیچھے روانہ ہوئے۔ گردیز سے کوئی دو سوگز ہی نکلے تھے کہ سردار سپہ سالار مرحوم کے گھوڑے نے سخت ٹھوکر کھائی اور اس کے دونوں اگلے گھٹنے زمین پر جا لگے اگر چہ سپہ سالار صاحب مرحوم خود تو گرتے گرتے سنبھل گئے لیکن ان کی پگڑی اتر گئی۔ میں نے اس واقعہ کو فال خیر نہ سمجھا اور مجھے ذرا اندیشہ پیدا ہوا کہ ہندوستان پر ان کا حملہ کامیاب نہ ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا ان کی تفصیل آگے آئے گی۔

گردیز کے بعد پہلے پڑاؤ پر پہنچنے کے بعد فوجیوں نے رات بسر کرنے کے لئے خیمے لگائے۔ سپہ سالار مرحوم نے جو خیمہ اپنے لئے لگوایا وہ بہت بڑا تھا، جس کے تین حصے تھے۔ ان میں سے دروازے کے دائیں طرف کے حصے میں وہ خود سوئے۔ درمیانی حصے میں ان کا محافظ سپاہی پہرہ پر کھڑا ہوا اور بائیں طرف کے حصے میں میرے سونے کے لئے بستر لگوایا۔ تھل کے میدان جنگ میں پہنچنے تک ہر پڑاؤ پر یہی انتظام ہوتا رہا، سردار صاحب مرحوم نے اپنے خیمے میں مجھے جگہ دے کر جو مجھ پر اعتماد ظاہر کیا تھا اس وجہ سے میں ان کا ممنون تھا۔ ان کی اس مہربانی کی وجہ سے افغانی افسروں میں میرا اعتماد اور رسوخ جم گیا اور خوب ساکھ بن گئی۔ اس کے بعد اگر ان میں سے کسی سردار سپہ سالار مرحوم سے کوئی درخواست کرنا ہوتی تھی تو میرے واسطہ سے ہی ان کو اپنی عرضی پہنچانے کے لئے مجھے کہا کرتے تھے۔

اس کوچ (فوجی مارچ) کے دوران میں نے دیکھا کہ گردیز سے روانگی کے بعد دوپہر تک سپاہی بغیر کسی وقفہ کے یا ستانے کیلئے راستہ میں بغیر ٹھہرے چلتے رہے۔ دوپہر کے کھانے کے لئے ایک گھنٹہ کا وقفہ ہوا اور اس کے بعد پھر کوچ شروع ہوگیا، حالانکہ ترکی آکر جب میں نے ملٹری کالج میں تعلیم پانا شروع کی تو دیکھا کہ ایسے لمبے کوچ کے دوران میں ہر گھنٹے بعد دس منٹ کیلئے سپاہیوں کو ستانے، پانی پینے اور دوسری ایسی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے موقع دیا جاتا، جس سے وہ پھر تازہ دم ہوکر کوچ کرنے لگ جاتے اور اس طرح گھنٹوں چلتے رہتے ہیں۔ صرف جبری کوچ کے وقت جب دشمن پر جلد حملہ کرنا ہو یا ضروری ہوکہ کسی مقام پر دشمن سے پہلے قبضہ کیا جائے تو بلا وقفہ کوچ کیا جاتا ہے۔

اس پہلے پڑاؤ سے میں نے سراج الاخبار کیلئے جنگی حالات کے بارے میں ہفتہ میں دو تین مقالے لکھنے شروع کئے تاکہ کابل کے لوگوں کو ہمارے محاذ کے حالات سے خبردار

رکھا جائے۔ اس طرح میں اس اخبار کا اعزازی نامہ نگار (Correspondent) بن گیا تھا۔ مگر میری تحریروں کو سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم اپنی نظر سے گزار لیا کرتے تھے۔ یعنی سنسر کرلیتے تھے میرے مقالے سراج الاخبار میں باقاعدہ چھپتے رہے اگرچہ ان کی حقیقی حیثیت سرکاری کیونک (Communique) ہی تھی۔

پڑاؤ پر سپاہیوں کو ایک مرکزی باورچی خانے سے کھانا ملنے کی بجائے جیسا کہ دوسرے ملکوں میں باقاعدہ فوجوں کو ملا کرتا ہے، ہر افغانی اسکواڈ (Squad) کے سپاہیوں کو خشک راشن دیا جاتا تھا اور وہ خود روٹی اور ہنڈیا پکایا کرتے تھے۔

فوج اس طرح کوچ کرتی ہوئی چھ روز کے بعد ضلع خوست کے مرکز متون سے ایک پڑاؤ پہلے جب رات بسر کرنے کیلئے ٹھہری تو خبر ملی کی جرنیل صالح محمد خان نے قبلہ مولانا صاحب مرحوم سے مشورہ کئے بغیر جیسا کہ اس افغانی گورنمنٹ کی طرف سے قبلہ مولانا صاحب مرحوم کے ساتھ طے شدہ سمجھوتے کے مطابق کام کرنے کا حکم دیا گیا تھا تورخم کے مقام پر جودرہ خیبر کے شروع میں ایک افغانی سرحدی چوکی ہے ایک متنازعہ فیہ چشمے کی وجہ سے حملہ کردیا اور اس کے ساتھ والے مجاہدین نے لنڈی کوتل پر قبضہ کرکے پشاور کا محاصرہ کرلیا ہے۔ اس خبر پر ایک طرف تو شادمانی ہونے لگی اور دوسری طرف ہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ جلال آباد کے محاذ پر جنگ کا ایسے وقت میں شروع ہونا جبکہ محاذ سمت جنوبی کی فوجیں سرحد سے تین چار روز کے فاصلے پر ہیں اور محاذ سمت مغربی کا کمانڈر ابھی کندھار بھی نہیں پہنچا ہے، سارے جنگی منصوبے (Plan) کو خراب کردے گا اور انگریز ہر محاذ پر علیحدہ علیحدہ حملہ کرکے افغانی فوجوں کو شکست دیدیں گے۔ اس اندیشے کے ساتھ سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کو یہ قلق بھی ہوا کہ وہ ہندوستان پر حملہ کرنے میں پہل نہ کرسکے اور صالح محمد جو ایک زمانے میں ان کا نائب تھا، ان سے سبقت لے گیا۔

اس خبر پر اظہار شادمانی اور لوگوں کی ہمت بڑھانے کے لئے جرمن ہڑہ پٹی (Howitzer) سے دو گولے چلائے گئے۔ یہ توپ چونکہ مستور موضع (Covered position) سے یعنی دشمن کی نگاہ سے اوجھل ہوکر فیر کرسکتی تھی اور اس کے گولے کا محرک (Trajectory) قوس دار ہونے کی وجہ سے گولہ پہاڑ کی چوٹی کے اوپر سے گزر کر پہاڑ کے پیچھے چھپے ہوئے ہدف (نشان) پر لگ سکتا تھا، اس سے لوگوں کو بہت ہمت افزائی ہوئی۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے ایک تقریر کی اور لوگوں کو جہاد کا شوق دلایا، افغانی فوج اور قوم کی بہادری اور جنگ جوئی کو سراہا۔

اس تقریر کا مجھ پر کچھ اچھا اثر نہ ہوا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ سردار سپہ سالار سے جنگ کے بارے میں گفتگو کرتے تو ہمیشہ صرف افغانوں کی بہادری کا ذکر کرتے اور کبھی بھی یہ نہ کہتے کہ اس لڑائی میں ہندوستانی مسلمان ہمارے ساتھ ہیں اور ہم کو ان کی مدد کی ضرورت ہے اور اگر وہ افغانی فوجوں کا ساتھ نہ دیں تو کام مشکل ہوگا۔ اس لئے ہندوستانی لوگوں سے اور خاص کر وہاں کے مسلمانوں سے تعاون کرنا اور ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا اور ان کے مال اور ان کی جان کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ تقریر کے ختم ہونے پر میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ان کی توجہ اس پر دلائی کہ اگر ہندوستانی مسلمان ان کی فوج کی مدد نہ کریں تو ان کے کام میں بہت رکاوٹیں پڑجائیں گی۔

سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کو میری باتیں پسند نہیں آئیں اگر وہ اس بارے میں میری رائے پر کام کرتے تو ٹھل کے شہر میں جو افسوس ناک واقعات ہم کو پیش آئے جن کا ذکر آگے چل کر ٹھل کی لڑائی کے سلسلہ میں کیا جائے گا وہ ہرگز پیش نہ آتے۔

(جاری)